اُسوۂ حسنہ کی اہمیت

مدرس : پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

عَنْ اَنَسٍ ؓ قَالَ : جَاءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ اِلٰى بُيُوْتِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ يَسْأَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا اُخْبِرُوْا كَاَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا فَقَالُوْا: وَاَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ، قَالَ اَحَدُهُمْ: اَمَّا اَنَا فَاِنِّيْ اُصَلِّي اللَّيْلَ اَبَدًا، وَقَالَ آخَرُ: اَنَا اَصُوْمُ الدَّهْرَ وَلَا اُفْطِرُ، وَقَالَ آخَرُ: اَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَدًا، فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلَيْهِمْ فَقَالَ: ((اَنْتُمُ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا؟ اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَاَتْقَاكُمْ لَهٗ لٰكِنِّيْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَاُصَلِّيْ وَاَرْقُدُ وَاَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ)) (صحيح البخاری، کتاب النکاح، باب الترغيب فی النکاح)

''حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ (صحابہ کرام ؓ میں سے) تین آدمی رسول اللہ ﷺ کی ازواجِ مطہرات ؓ کے گھروں میں تشریف لائے اور آپ کی عبادت کے بارے میں دریافت کرنے لگے (یعنی انہوں نے دریافت کیا کہ نماز روزہ وغیرہ عبادات کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کا معمول کیا ہے؟) جب ان کو وہ بتلایا گیا تو (محسوس ہوا کہ) گویا انہوں نے اس کو بہت کم سمجھا اور آپس میں کہا کہ ہم کو رسول پاک ﷺ سے کیا نسبت! ان کے تو اگلے پچھلے سارے قصور معاف فرما دیے گئے ہیں (اور قرآن میں اس کی خبر بھی دے دی گئی ہے' لہٰذا آپؐ کو زیادہ عبادت و ریاضت کی ضرورت ہی نہیں' ہاں ہم گنہگاروں کو ضرورت ہے کہ جہاں

تک بن پڑے زیادہ سے زیادہ عبادت کریں)۔ چنانچہ اُن میں سے ایک نے کہا کہ اب یقیناً میں تو ہمیشہ پوری رات نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں تو ہمیشہ بلاناغہ روزہ رکھا کروں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے کنارہ کش ہی رہوں گا' نکاح کبھی نہیں کروں گا۔ (رسول اللہ ﷺ کو جب یہ خبر پہنچی) تو آپ ان تینوں صحابہؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ''تم ہی لوگوں نے یہ باتیں کہی ہیں؟ (اور اپنے بارے میں ایسے ایسے فیصلے کیے ہیں) سن لو! اللہ کی قسم میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اس کی نافرمانی اور ناراضی کی باتوں سے تم سب سے زیادہ پرہیز کرنے والا ہوں' لیکن (اس کے باوجود) میرا حال یہ ہے کہ میں (ہمیشہ روزے نہیں رکھتا بلکہ) روزے سے بھی رہتا ہوں' اور بلا روزے کے بھی رہتا ہوں' اور (ساری رات نماز نہیں پڑھتا بلکہ) نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور (میں نے تجرد کی زندگی اختیار نہیں کی ہے' بلکہ) میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں اور ان کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارتا ہوں۔ (یہ میرا طریقہ ہے) اب جو کوئی میرے اس طریقہ سے ہٹ کر چلے وہ میرا نہیں ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کی ہستی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے محبوب ترین تھی۔ اسوۂ حسنہ کو اپنانا اُن کی چاہت تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی بیرون خانہ عبادت کے متعلق تو کسی سے پوچھنے کی ضرورت ہی نہ تھی' کیونکہ وہ تو سب کے سامنے تھی' البتہ آپؐ کی درونِ خانہ عبادت عام لوگوں کے سامنے نہ تھی لہٰذا اصحابہ میں سے ان تین افراد کو شوق ہوا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی نفلی عبادات کا حال دریافت کریں۔ چنانچہ وہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے آپؐ کی عبادات کا حال پوچھنے گئے۔ جب ان کو رسول اللہ ﷺ کی عبادات کے متعلق بتایا گیا تو انہیں تعجب ہوا اور انہوں نے اسے کم سمجھا' مگر خود ہی اپنے ذہن میں ازراہِ عقیدت یہ تصور کر لیا کہ آپؐ تو اللہ کے رسول ہیں۔ آپ کی اگلی پچھلی خطاؤں کی معافی کا اعلان قرآن مجید میں آ چکا۔ جنت میں آپؐ کے درجاتِ عالیہ کا فیصلہ تو پہلے ہی ہو چکا ہے۔ آپؐ کو زیادہ عبادت کی حاجت نہیں' مگر ہمارا معاملہ دوسرا ہے' ہمیں تو کثرت کے ساتھ عبادات کرنی چاہئیں۔ چنانچہ انہوں نے وہ فیصلے کیے جو حدیث میں مذکور ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کو صورتِ حال سے آگاہی ہوئی تو آپؐ نے ان کی اصلاح ضروری سمجھی اور خود اُن کے پاس تشریف لے گئے۔ آپؐ ہادی و راہنما اور معلم تھے۔ اُن تینوں صحابہ کرامؓ کو اپنے پاس بلا بھی سکتے تھے مگر آپؐ خود اُن کے پاس گئے۔

اس میں اُمت کے علماء کے لیے اُسوۂ حسنہ چھوڑا کہ اگر ضرورت محسوس ہو تو کسی کی اصلاح کے لیے چل کر جانا کوئی معیوب بات نہیں' بلکہ رسول اللہ ﷺ کا عمل ہونے کی وجہ سے باعث اجر و فضیلت ہے۔ آپؐ نے پہلے ان سے دریافت کیا کہ کیا تم نے یہ بات کہی ہے؟ جب انہوں نے اقرار کیا تو پھر آپؐ نے اپنی مثال پیش کرتے ہوئے اُن کی غلط فہمی دور کی اور فرمایا کہ مجھے تم سب سے زیادہ اللہ کا خوف اور آخرت کی فکر ہے۔ مگر اس کے باوجود میں روزے بھی رکھتا ہوں اور چھوڑتا بھی ہوں' رات کو اٹھ کر نوافل بھی پڑھتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں' اور میں نے عورتوں سے نکاح بھی کیے ہیں' یعنی ازدواجی زندگی کے حقوق بھی پورے کر رہا ہوں۔ میرا طریقہ تو یہ ہے! پس جس شخص نے میرے طریقے سے منہ موڑا وہ میرا نہیں۔ گویا آپؐ نے ساری رات نماز پڑھنے کو' لگاتار روزے رکھنے کو اور شادی بیاہ کے بغیر رہنے کو پسند نہیں کیا اور آخر میں اس کی وجہ بھی بتا دی کہ تمام انسانوں کے لیے مثالی اور نمونہ کی زندگی رسول اللہ ﷺ کی ہے' اور جس نے اس کو پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھنے کی کوشش کی وہ سنت نبوی سے دُور جا پڑا۔

یہ حدیث دراصل قرآن مجید کی آیت ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ کی تشریح اور تفسیر ہے۔ نیز سورۃ الحجرات کی پہلی آیت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ① ﴾ کے مطلب کو بھی واضح کرتی ہے کہ سیدھا راستہ بس وہی ہے جس پر رسول اللہ ﷺ چلتے رہے۔ باقی اُمت کے چھوٹے بڑے تمام افراد کے لیے آپ کی راہ ہی کی پیروی کرنا لازمی اور ضروری ہے۔ آپ کا عمل عین اسلام ہے جو اللہ کا پسندیدہ دین ہے۔

اسلام اعتدال کی راہ دکھاتا ہے۔ جہاں قدم اعتدال سے ہٹ گیا وہاں صراطِ مستقیم سے انحراف ہوا۔ نماز' روزہ چھوڑ دینا اور خواہشاتِ نفسانی کے پیچھے لگ جانا بے دینی ہے' مگر عبادات میں حد سے زیادہ مشغولیت اور ازدواجی زندگی سے فرار بھی پسندیدہ نہیں۔ دونوں صورتوں میں قدم جادۂ اعتدال سے ہٹ جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی جو انتہائی مثالی زندگی ہے اُس میں سراسر اعتدال ہے۔ آپؐ رات کو جاگ کر نوافل بھی پڑھتے تھے' تلاوت بھی کرتے تھے اور آرام کرنے کے لیے لیٹتے بھی تھے۔ آپؐ نے شادیاں کیں' آپؐ کے بچے ہوئے' آپؐ نے بیوی بچوں کے حقوق ادا کیے۔ یوں آپؐ نے بھرپور زندگی بسر کی مگر ہر حال میں اپنے خالق و مالک کو یاد رکھا اور یہی دین اسلام کا تقاضا ہے۔ نفس کشی

اور رہبانیت اسلام کے خلاف ہے۔ اپنے آپ کو خواہ مخواہ کی مشقت اور تکلیف میں ڈالنا ہرگز ایمان کا تقاضا نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہر شخص کے لیے نمونہ تھی۔ لوگوں پر آپؐ کی پیروی کرنا لازم تھا۔ اگر آپؐ کی زندگی حد سے زیادہ پرمشقت ہوتی تو لوگوں کے لیے اُس کے مطابق عمل کرنا دشوار بلکہ ناممکن ہو جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ کی زندگی ہمہ وقت درمیانی چال پر تھی۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عبادات میں غلو کرنا چاہا تو آپؐ نے اس سے روک دیا۔

اس حدیث سے ہمیں سبق ملتا ہے کہ دین کی ان باتوں پر عمل کریں جن کی رسول اللہ ﷺ نے تلقین کی ہے۔ ہر عمل کو وہی اہمیت دیں جو رسول اللہ ﷺ نے دی ہے۔ فرض کو فرض جانیں، سنت کو سنت سمجھیں، نفلی عبادات کو نفل کے درجے میں رکھیں۔ انتہائی خلوص کے ساتھ کیا ہوا اضافہ بھی بدعت قرار پائے گا، کیونکہ دین کا ہر کام رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق ہونا چاہیے۔ جہاں آپؐ کے طریقے کے خلاف ہوا وہاں وہ عمل صفر ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ))[1] ''نماز پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔'' گویا نماز وہی درست ہے جو آپؐ کے طریقے کے مطابق پڑھی جائے۔

الغرض رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی دوسری ہستی اُسوۂ حسنہ نہیں ہے۔ اُمت کے تمام اتقیاء و اولیاء و صلحاء سب آپؐ کے اُسوۂ حسنہ کی پابندی کرتے رہے۔ اگر کسی بزرگ سے کوئی خلافِ سنت عمل منسوب کیا گیا ہے تو اس کی دو ہی صورتیں ہیں۔ پہلی یہ کہ اُس بزرگ پر یہ الزام لگایا گیا ہے۔ دوسری یہ کہ اُس شخص کو خواہ مخواہ بزرگ مان لیا گیا ہے۔ تیسری بات کوئی ہو ہی نہیں سکتی، کیونکہ کسی چھوٹے بڑے اُمتی کو رسول اللہ ﷺ کی سنت سے اعراض کرنے کی اجازت نہیں، جیسا کہ اس حدیث کے آخری الفاظ سے ظاہر ہے۔ دین میں لمبی چوڑی عبادات کو شامل کیا جا سکتا تھا مگر ایسا نہیں کیا گیا، کیونکہ حکمت کا تقاضا تھا کہ دین آسان اور قابل عمل رہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول آسانی چاہتے ہیں۔ ہمیں بھی چاہیے کہ بدعات سے اعراض کرتے ہوئے سنت نبویؐ کو ہی مشعل راہ بنائیں اور کسی بھی دوسری چیز کو زیادہ اہمیت نہ دیں۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب الاذان للمسافر اذا کانوا جماعۃ والاقامۃ وکذلک۔